فارحہ ارشد کے افسانوں پر عصمت چغتائی کے اثرات

(Effects of Ismat Chaghtai on Fareha Arshad's Fiction)

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2023.07032023

ڈاکٹر مشتاق احمد امتیاز
Dr. Mushtaq Ahmad Imtiaz
Professor/ Head of Department
University of Sialkot, Sialkot

Abstract:
Ismat Chaghtai has a prominent status in Urdu fiction literature. He has presented a true picture of the events and tragedies that happen day and night in the society. Every writer has his own style which is adopted by later writers. Ismat Chaghtai is also counted among the writers whose style was followed. Fareha Arshad is a fiction writer in Urdu literature who adopted the style of Ismat's fiction. Fareha has written on women who are rendered helpless by poverty, sexual violence after seduction, and the state of the dancer. Fareha also gave place to such stories in her legends which are clearly visible in the society. This article discusses the elements of Fareha Arshad's fiction which seems to be influenced by Ismat Chaghtai's fiction.

Keywords:
Ismat Chughtai, Urdu Literature, Urdu Fiction, Fareha Arshad, Feminism, Women Rights, Sexual Violence.

عصمت ایسی افسانہ نگار ہیں جو حقیقت کی دُنیا پر یقین رکھتی ہیں، اُن کے نزدیک وہی موضوعات حقیقی ہیں جو سماج میں نظر آتے ہیں مگر انسان اپنی آنکھیں رکھتا ہوا بھی اندھا ہو جاتا ہے۔ عصمت چغتائی اُردو افسانہ نگاری میں پہلی خاتون افسانہ نگار ہیں جنھوں نے جنس پرستی پر سب ذیادہ لکھا۔ جسم فروشی کا طعنہ صرف عورت کو دیا جاتا ہے اس کے برعکس مردوں کے سماج میں مرد خود ہی خود کو بے گناہ ثابت کر دیتے ہیں۔ عصمت کے موضوعات سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اشرف عصمت کی بے باکی اور ہمت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”عصمت چغتائی پہلی خاتون افسانہ نویس ہیں جنھوں نے افسانوی روپ میں عورتوں کے ہم جنسی میلان کو اپنا موضوع بنایا۔ ان سے پہلے کسی نے لس بین ازم کے موضوع کو نہیں اپنایا اور نہ اس کے متعلق کسی مصنف نے اتنی سنجیدگی سے سوچا جیسا کہ عصمت چغتائی نے

اس موضوع کو اپنا کر محسوس کیا۔"(۱)

عصمت چغتائی کے افسانوں کے زیادہ تر موضوعات جنس پرستی پر ہیں کہ کس طرح عورتوں سے فائدہ لیا جاتا ہے اور اُن کی زندگیوں کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ عصمت کے افسانوں میں عورت بے بس مجبور اور لاچار نظر آتی ہے وہ حق رکھتے ہوئے بھی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ عورت کے جسم کا سودہ کیا جاتا ہے جس سے وہ چلتا پھرتا جسم معلوم ہوتی ہے اس کے علاوہ کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

فارحہ ارشد اُردو ادب میں اکیسویں صدی کی وہ افسانہ نگار ہیں جن کے افسانوں کے موضوعات بھی عصمت چغتائی کے موضوعات جیسے ہیں۔ فارحہ نے وڈیروں کا راج، غربت کے ہاتھوں بے بسی کی تصویر بنی خواتین، اغوا کے بعد جنسی تشدد کرنا، اور رقاصہ کی کیفیت پر لکھا ہے۔ فارحہ نے بھی ایسی کہانیوں کو اپنے افسانوں میں جگہ دی جو معاشرے میں صاف نظر آتی ہیں۔ مگر کوئی اُن مسائل کو ظاہر کی نظروں سے نہیں دیکھتا۔ ایک رقاصہ جب رقص کرتی ہے تو اُس میں کتنے ہی شریف زادے شرافت کا لبادہ اُڑھ کر سامنے بیٹھے مدخوش نظر آتے ہیں اور رقاصہ کی بے بسی کا فائدہ اُٹھاتے ہیں فارحہ نے اپنی سوچ سے حساس موضوعات کو حقیقی تصویر کے طور پر دیکھایا ہے۔ جنس پرستی پر لکھنا اور اُس کو ایساد کھانا بھی کوئی عام بات نہیں ہے۔ فارحہ کے افسانوں میں ایسی کہانیاں موجود ہیں جب جاگیردار اپنی ہوس پوری کر لیتے ہیں تو پھر بے بس لڑکیوں کے منہ بند کروادینے کے لیے اُن سے نکاح کا ڈھونگ بھی رچا لیتے ہیں تاکہ اُن کی اصلیت چھپی رہے۔ فارحہ ارشد عصمت چغتائی کے موضوعات کو اور جدت سے پیش کرتی ہیں دونوں افسانہ نگاروں نے وہ لکھا جو بُرائیاں سماج میں عام تھیں اور لوگ اُن پر بات کرتے ہوئے کتراتے تھے۔ عصمت چغتائی نے جس ہمت سے معاشرتی بُرائیوں کا سدِ باب کیا ہے فارحہ نے اُس میں جدت پیدا کرتے ہوئے اور موثر انداز سے پیش کیا ہے۔ محمد حمید شاہد فارحہ کے افسانوں پر رقم طراز ہیں:

> "تھر کی سولہ سالہ لڑکی سکھاں ہو یا آر کی ٹائپل کڈھب کردار، سفید چادروں تلے پڑی ہوئی لاشیں ہو یا وہ چھ جوان بیٹے جو بکسوں میں لوٹائے گئے تھے یا غریبوں کے امیرانہ سکول کا اسٹیج ڈرامہ ہو یا غریبی کا ایسا ڈرامہ جو ڈھائی گز کمبل میں گاؤں سے بھاگ کر لاہور آنے والے بچے سے اسی طبقے کا ایک فرد کھیلتا ہے، یا من بودم کی بامال رقاصہ، فارحہ ارشد نے انھیں اپنے افسانوں میں یوں متعارف کروایا جیسے موضوعات حقیقی ہوں۔"(۲)

عصمت چغتائی اور فارحہ ارشد دونوں افسانہ نگاروں نے وہ لکھا جو سماج میں اُن کو نظر آیا۔ دونوں کا اندازِ بیان دلکش اور اثر کرنے والا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرے میں رائج بُرائیوں کو دونوں افسانہ نگاروں نے بہترین طریقے سے دکھایا ہے۔ ان سے قبل لوگ بُرائیوں کو دیکھ کر بھی اُس پر آواز اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ عصمت

چغتائی اور فارحہ دونوں افسانہ نگار جنس پرستی کے ہاتھوں برباد ہونے والی لڑکیوں کی آواز بنی۔ دونوں افسانہ نگاروں کے افسانوں میں موجود کردار اسی معاشرے کے معلوم ہوتے ہیں جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج کے دور میں فحاشی کے طریقہ کار بس بدل چکے ہیں مگر چھاپ ویسی ہی نظر آتی ہے جس کو دونوں افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں جگہ دی۔ فارحہ ارشد فکشن کا وہ نام جس نے مختلف روپ میں ہونے والے مظالم کا ذکر کیا ہے ان کے افسانوں میں زیادہ تر وڈیروں کا راج نظر آتا ہے کہ کس طرح وہ طاقت کے بل پر حکومت کرتے ہیں اور اپنے چہروں پر سجے مکروہ نقاب کو کبھی اُترنے نہیں دیتے مگر فارحہ کافی حد تک اس میں کامیاب نظر آتی ہیں۔ انھوں نے وڈیروں کے نقاب کو بے نقاب کیا ہے۔ فارحہ ارشد بھی عصمت چغتائی کی طرح موضوعات میں جان بھر دیتی ہیں۔ فارحہ نے موضوعات کو اور بھی دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

اس معاشرے میں لڑکیوں کے بالغ ہونے کے بعد اُن کی ضروریات کے متعلق کوئی دھیان نہیں دیتا جس سے وہ خود ہی بُرائی کا انتخاب کر لیتی ہیں۔ عصمت نے جال افسانے میں اس معاشرے میں بڑھتی ہوئی جنسی بُرائیوں کو بیان کیا ہے کہ گھر کے افراد بچوں کی ذہنی کشمکش کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اُن کا بر وقت نکاح کر دینا چاہئے جس سے وہ بُرائیوں سے بچ سکیں۔ اس سماج میں سب سے مشکل کام بیٹیوں کی شادی کا ہے والدین بیٹی پیدا ہونے پر افسردہ اس لیے ہوتے ہیں کہ غربت کی چکی میں پستے والدین کس طرح بیٹی کی خواہشوں کو پورا کریں اور اگر تاخیر ہو جاتی ہے تو اولاً ذہنی مریضہ بن جاتی ہے۔ ذہنی کشمکش اُن کو جنس پرستی کی طرف لے جاتی ہے۔ عصمت نے افسانہ جال میں اس سماج کی بے حسی کو اُجاگر کیا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ لڑکیوں کی خواہشات کا بر وقت پورا ہونا کتنا ضروری ہے اگر گھر کے افراد دھیان نہیں دیں گے تو جنس پرستی کو فروغ ملے گا جس طرح عصمت نے اس موضوع کو اپنے افسانے میں جگہ دی اور سماج کے لوگوں کی توجہ اس مسئلہ کی طرف دلوائی وہ کسی اور افسانہ نگار کے ہاں نہیں ملتی۔

اکیسویں صدی کی افسانہ نگار نے اپنے افسانے ’’توبہ سے ذرا پہلے‘‘ میں اس معاشرے میں ہونے والے ظلم کی عکاسی کی ہے افسانہ نگار نے بتایا ہے کہ ظلم صرف وہ نہیں ہوتا جو تشدد کے طور پر کیا جاتا ہے بلکہ عورت سے نکاح کر لینے کے بعد اُس کو صیغہ راز میں رکھنا بھی عورت کی خواہشوں کے ساتھ ظلم ہے۔ افسانہ نگار نے اپنے افسانے میں عورت کو مقام و مرتبہ دینے کی کوشش کی ہے مگر وڈیروں کے ہاتھوں رُسوا ہوئی عورت کوئی عزت نہیں دیتا جس عزت کا وہ حق رکھتی ہے۔ بنگلوں میں رہنے والے مرد اپنی جنسی ہوس کو پورا کرنے کے بعد کسی بھی کم ذات کو وہ رُتبہ نہیں دے سکتے جس کا وہ حق رکھتی ہے۔ جاگیر دار لوگ جنسی درندگی کا نشانہ بنا لینے کے بعد پارسائی کا لبادہ اُڑھ لیتے ہیں اور وہ لبادہ مرتے دم تک رہتا ہے۔ فارحہ نے توبہ سے ذرا پہلے میں مائی بلقیسی جیسے کردار سے معاشرے میں ہونے والے جنسی تشدد کو بیان کیا ہے کہ کس طرح وہ بھی جاگیر دار کے ہاتھوں رُسوا ہوتی ہے۔ عورت کی خوب صورتی کو دیکھ کر مرد اُس کا پجاری بن جاتا ہے اور

اُس سے محبت کے وعدے کرتا ہے مگر وہ وعدے ہوس پوری ہونے کے بعد دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور مرد عورت کو باندھی بنا لیتے ہیں۔

غریبوں کی آواز بننے میں ایک نام عصمت چغتائی کا ہے کہ جیسے عصمت کو خیال ہو کہ جب عورت کے لیے کوئی آواز اٹھانے والا نہیں ہوتا تو وہ کتنی مجبور اور بے بس ہو جاتی ہے۔ وڈیروں کے خلاف آواز اُٹھانے میں فارحہ، عصمت کے ہم خیال نظر آتی ہے۔ دونوں کا مقصد عورتوں کے ساتھ جنسی تشدد کے خلاف آواز اُٹھانا ہے۔ عصمت اپنے افسانے ”چار پائی“ میں ایسی کہانی کو موضوع بناتی ہیں جس میں مرد سو سے زائد شادیاں کر کہ فخر محسوس کرتا ہے۔ یہ اس معاشرے کے نام نہاد ٹھیکدار ہیں جو دولت کے بل بوتے پر عورتوں کے ساتھ گندا کھیل کھیلتے ہیں اور نکاح کی آڑھ میں اپنی ہوس کو پورا کرتے ہیں اور عورت جو حق رکھتی ہے اُس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ عصمت نے آوازِ بلند مردوں کے خلاف آواز اُٹھائی ہے کہ اس طرح کرنے سے آنے والی نسلیں تباہی کی طرف گامزن ہو جاتی ہیں جہاں دولت مند شادیاں کرتے ہیں وہی غریب اپنی ایک وقت کی روٹی کو بھی ترستا ہے۔ جاگیر دار مرد لڑکیوں کی غربت کا فائدہ اُٹھا کر جنسی ہوس پوری کرتے ہیں معاشرے میں کتنے ہی فریب چہرے ایسے ہیں جو صرف عورت کو استعمال کرتے ہیں۔ عصمت نے وڈیروں کے مکر و فریب چہروں کو سماج کے سامنے دیکھانے میں کامیاب نظر آتی ہیں جیسے عورت کے لیے آواز اُٹھانا عصمت حق سمجھتی ہو۔ عصمت کے افسانے چارپائی میں کردار میرن بھی اپنی ہوس کو پورا کرنے کے لیے چار شادیاں کر لیتا ہے جب میرن نکاح میں لی گئی عورتوں کی ضروریات پوری نہیں کر پاتا تو اُس کی اپنی زندگی پریشانی میں گزرتی ہے۔ اس معاشرے کے مرد صرف اپنی ہوس پوری کرنا جانتے ہیں عورت کا کیا مقام ہے اس سے سروکار نہیں رکھتے۔ غربت کی وجہ سے عورت کو بھی کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ سہارا صرف اُس کا جسم نوچتا ہے اور نوچنے کے بعد اُس کو کوٹھوں تک کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ میرن نے بھی کم سن شاکرہ کو اپنے جال میں پھانس لیا تھا اور اُس کی حثیت صرف اتنی تھی کہ اُس کے جسم کو نوچا جاتا تھا۔ عصمت نے چارپائی افسانہ لکھ کر اس سماج میں لڑکیوں کے ساتھ ہونے والے جسمانی ظلم کی عکاسی کی ہے۔

عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں کُھل کر عورتوں کو در پیش مسائل پر تحریر کیا ہے۔ عورت چاہے کسی امیر گھر کی ہو یا غریب گھر کی ہر کسی کو مسائل پیش رہتے ہیں اس معاشرے میں ہر کوئی عورت پر اُنگلی اُٹھاتا ہے۔ افسانہ نگار نے عورتوں کی ذہنی الجھنوں پر تحریر کیا ہے ایک عورت سب سے زیادہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوتی ہے۔ اس سماج میں ایسے لوگ موجود ہیں جو عورت کو طعنوں سے مار دیتے ہیں جس میں عورت کا اپنا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ ”چھوئی موئی“ افسانے میں عصمت نے اس معاشرے کی اصلیت کو بیان ہے کہ شادی کے بعد حمل نہ ٹھہرنے کا سارا قصور صرف اور صرف عورت پر ڈالا جاتا ہے۔ افسانے میں عصمت نے دو طبقوں کی عورتوں کو موضوع بنایا ہے جہاں غریب گھر کی عورت آسانی سے بچہ جن لیتی ہے مگر اُس کے پاس روٹی کے لالے ہوتے ہیں اور سماج میں ایسے بچوں کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔

وہی دوسری طرف محلوں میں رہنے والی عورت کی زندگی بھی کوئی آسان نہیں ہوتی بچہ نہ ہونے کی وجہ سے اُس کو ہمیشہ شوہر سے دوری کا خدشہ لگا رہتا ہے جس سے اُس کی زندگی دُکھوں میں ملوث نظر آتی ہے۔ افسانہ نگار نے امیر اور غریب گھر کی عورت کے مسائل کو موضوع بنایا ہے عورت، عورت ہوتی ہے اور عورت چاہے کسی امیر کے محل میں رہنے والی ہو یا غریب کی جھونپڑی میں اُس کو ہمیشہ سے مسائل کا سامنا رہا ہے:

> " عورت نے کچھ جواب نہ دیا صرف درد کی شدت سے تڑپ کر غسل خانے کا دروازہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ سانس اور بے ترتیب ہو گیا اور پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹھنڈی مٹی پر اوس کی بوندوں کی طرح پھوٹ آئے۔"(۳)

غریب گھر کی عورت بچے کو پیدا کرتے وقت وہ نخرے نہیں دکھاتی جو امیر گھر کی عورت کے اُٹھائے جاتے ہیں افسانہ نگار نے اس معاشرے کے لوگوں پر طنز کیا ہے کہ عورت کو ہمیشہ قربانی کا مجسمہ سمجھا گیا اُس کی مجبوری کو نہیں سمجھا جاتا۔ مرد جو عورت کی عزت کا راکھی دار ہوتا ہے وہ بھی عورت کی تکلیف کو نہیں سمجھ سکتا۔ افسانہ نگار اس معاشرے کے مردوں کی سوچ پر طنز کرتی ہیں کہ آج بھی مرد کو دوسری شادی سے کوئی نہیں روکتا اور یہی کام اگر عورت کرے تو اُس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مرد عورت کی زندگی کو تباہ کرتے وقت نہیں سوچتا۔ شادی سے پہلے کی محبوبہ بیوی بنتے ہی مقام کھو دیتی ہے بعد میں عورت کی کوئی بساکھ نہیں رہتی مرد کو صرف بچہ چاہیے ہوتا ہے نہیں تو دوسری شادی اُس کے لیے معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے۔ افسانہ نگار نے امیر اور غریب گھروں میں رہنے والی عورتوں کے مسائل کی عکاسی بخوبی طریقے سے کی ہے اور ساتھ مردوں کے رویے پر طنز کیا ہے۔

فارحہ ارشد کے افسانوں میں موجود عورت بھی بے بسی کی تصویر بن کر سماج کے سامنے روبرو ہوتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارحہ بھی عصمت کے ہم خیال نظر آتی ہے جس کا اندازہ ان کے افسانے " دس گھنٹے کی محبت " سے ہوتا ہے۔ افسانہ نگار نے ایک ایسی کہانی کو موضوع بنایا جس میں مدد کے لیے آیا شخص خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا غریب کی زندگی کا ہمیشہ سے مذاق بنا ہے۔ جس میں اس معاشرے کے سرمایہ دار شامل نظر آتے ہیں۔ اس دُنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو اپنے لیے خسارے کا سودا کرے جہاں زلزلہ اپنی تباہ کاریاں پھیلا چکا تھا اور لوگوں کے تمام گھر تباہ و برباد ہو چکے تھے زندگی کی کوئی اُمید نظر نہیں آ رہی تھی وہی اُس شخص کی نظر ایک لڑکی پر پڑتی ہے جو خوب صورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ افسانے میں موجود شخص لڑکی سے محبت کا ناٹک کرتا ہے اور اُس کے ساتھ جنسی رشتہ قائم کرتا ہے جب لڑکا اپنی ہوس پوری کر لیتا ہے تو بعد میں اُس کو کوٹھے پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی آج بھی مرد محبت کے جھانسے میں عورتوں کی زندگیوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں اور خود شرافت کا لبادہ اُڑھ کر ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ مرد کے نزدیک آج بھی محبت جیسا جذبہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ عورت کی زندگی

محرومیوں کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ افسانہ نگار نے عصمت چغتائی کی طرح مردوں پر طنز بھی کیا ہے کہ مرد کی محبت صرف عورت کے جسم تک محدود ہوتی ہے۔

اس سماج میں کوٹھوں پر لائی گئی عورتوں کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ کس کرب سے گزر رہی ہو گی اور کیسے حالات اُن کو یہاں تک لائے ہوگے۔ سماج تو صرف ظاہر داری سے کام لیتا ہے اور بظاہر نظر آنے والی حقیقت کو سچ مان کر عورت کو بدکردار قرار دیا جاتا ہے۔ آج بھی ایسے مرد موجود ہیں جو اپنی ہوس پوری کر کے عورت کو بے یارو مددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ مرد کے لیے اپنی عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ افسانے میں موجود طوائف جو ایک عام سی لڑکی تھی مگر حالات اُسکو کوٹھوں تک لے آتے ہیں کو موضوع بنایا گیا ہے کہ کس طرح محبت کے جھانسے میں وہ خود کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ ہمارا معاشرہ عورت کی مجبوریوں کو سمجھنے کی بجائے اُن پر انگلی اُٹھاتا ہے۔ اور عورت کو فاحشا قرار دیا جاتا ہے۔ جہاں ایک عورت ماں بہن کے روپ میں گھر کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ وہی ہمارا سماج عورت کو صرف عورت کی روپ میں ہی دیکھتا ہے اور عورت کی عزت کو پامال کیا جاتا ہے۔ ہمارے سماج میں کس عورت کا دل نہیں چاہتا کہ اُس کو عزت ملے اُس کا کوئی محافظ ہو۔ مگر ہوس پوری ہوتے ہی مرد کے دل کے جذبات بدل جاتے ہیں اور وہ بھیڑیا معلوم ہوتا ہے:

> ”کچھ خاص فرق نہیں۔ میرا ابھی نکاح والا ہر رات میرا جسم کسی گدھ کے جیسا نوچتا ہے
> اور۔۔۔اور۔۔۔۔۔ میری ہر ہفتے کی رات بھی کسی غیر مرد کے ساتھ۔“(۴)

عورت کی بے بسی کو بہت عمدہ طریقے سے فارحہ نے سماج کے سامنے پیش کیا ہے عورت چاہے نکاح میں ہو یا نکاح کے بغیر مرد نے ہمیشہ اُس پر اپنی حاکمیت چلائی ہے اور محبت جیسا جذبہ بھی کہیں گم ہو جاتا ہے جس عورت کی زندگی کا سفر بازارِ حُسن تک چلا جائے وہ اپنی اہمیت ختم کر دیتی ہے۔ فارحہ نے عصمت سے زیادہ بہتر انداز سے عورتوں کے مسائل کو عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ عصمت چغتائی نے عورتوں کے درپیش مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ آج کے دور میں عورتوں کے ساتھ جنسی تشدد کا ظلم عام ہو چکا ہے افسانہ نگاروں نے بہت عمدگی سے سماج کی توجہ مسائل کی طرف کروائی ہے۔ فکشن نگاری میں آپ پہلی خاتون افسانہ نگار ہیں جنھوں نے لڑکیوں میں پیدا ہونے والی خواہشات کو موضوع بنایا ہے۔ اس سماج میں غریب گھروں میں بھوک کی شدت ہوتی ہے روٹیوں کے لالے ہونے کے باوجود بچہ پیدا کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی۔ وہی پہلے سے موجود بچوں کے ذہن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں غریب گھروں کے والدین اُن کی ذہنیت کو نہیں سمجھ پاتے۔ افسانہ نگار سمجھتی ہیں کہ ہر لڑکی کی اپنی خواہش ہوتی ہے جس سے وہ بھی سنہری زندگی کے خواب بنتی ہے مگر بعض دفعہ اُس کے اپنے ہی گھر والے اُس کے دُشمن بن جاتے ہیں اور اُن کا اپنی اولاد کہ خوشیوں کی طرف کوئی دھیان نہیں رہتا۔ عصمت کو یہ عبور حاصل ہے کہ وہ باریک بینی سے مسائل کو اُجاگر کر سکیں۔ اس کے برعکس فارحہ زیادہ پیچیدگیوں میں نہیں اُلجھتی۔

جنسی تشدد سے رُسوا ہوئی لڑکیوں پر فارحہ ارشد نے اور عمدگی سے قلم اُٹھایا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کے ایسے مسائل ہیں جو بظاہر معلوم نہیں ہوتے مگر تصویر کے پیچھے کا جب پردہ ہٹتا ہے تو حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ افسانہ نگار نے اپنے افسانے " گرہن گاتھا" میں آج کے دور میں ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اُٹھائی ہے۔ ان کے اس افسانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے افسانہ نگار خواتین کے مسائل سے پوری طرح واقف ہوں اور ان کی نفسیات کو سمجھنے کا ہُنر جانتی ہو۔ ویسے تو اس معاشرے میں خواتین کے ساتھ کئی طرح سے ظلم کئے جاتے ہیں مگر اولاد کی بروقت شادی نہ کرنا بھی ایک ظلم ہے جس کا ازالہ بعض دفعہ بہت بُرے روپ میں سامنے آتا ہے۔

فارحہ نے مظلوم عورتوں کے حق کے لیے آواز اُٹھائی ہے ہمارے سماج میں آج بھی ایسے گھر موجود ہیں جہاں بیٹی کو اپنے منہ سے شادی کے لیے بولنا معیوب خیال کیا جاتا ہے اور اُس کی پسند کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اگر والدین وقت رہتے ہوئے اولاد کے حق میں فیصلہ کر ڈالے تو یہ بہترین عمل ہوتا ہے ورنہ اس کے برعکس عورتوں کی بڑھتی خواہشات کوئی اور ہی روپ اختیار کر لیتی ہیں۔ افسانہ نگار حقائق پسند ہے اور جو بُرائیاں معاشرے میں پھیل رہی ہیں اُن سے دور نہیں بھاگتی بلکہ منفی پہلوؤں کو عمدگی سے حل کرنے کا ہُنر جانتی ہیں۔ جہاں عصمت چغتائی نے متوسط گھروں کی زندگیوں کو زیادہ آڑھے ہاتھوں لیا ہے وہی فارحہ نے جدت پیدا کرتے ہوئے امیر گھروں کی گھٹیا سوچ کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ریاست کا غرور بہت عروج پر ہے۔ آج بھی والدین اپنی بیٹیوں کو دہلیز پر بوڑھا کر دیں گے مگر اُن کی شادی برابری کی سطح پر ہی کریں گے ذات پات کے عمل کو جہاں نہیں دیکھنا چاہیے وہی چیزیں آج کے دور میں عروج پر ہیں۔ انہی پہلوؤں کو فارحہ نے اپنے افسانے "گرہن گاتھا" میں بیان کیا ہے۔ چاند جیسا حُسن رکھنے والی لڑکی ایک دفعہ چاند بھی دیکھ لے تو گرہن زدہ ہو جائے۔ پانچ بھائیوں کی اکلوتی بہن کیسے ممکن تھا کسی عام سے شخص سے بیاہ دی جاتی۔ لڑکیوں کی پروان چڑھتی امنگوں کے بارے میں ماں بھی سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ وہ تو اتنا جانتی ہے کہ اگر برابری کا رشتہ مل جائے تو خوب نہیں تو ہمارے گھر سے لڑکی کے لیے کونسا اناج کم ہو گیا ہے۔

گھر میں لڑکی کے ساتھ ہونے والے ظلم پر سبھی چُپ نظر آتے ہیں سوائے بھائی کی بیٹی کے۔ افسانہ نگار بتاتی ہیں کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی تعلیم کی کمی کی وجہ سے بیٹیوں کے فرائض کو والدین دولت کے معیار سے بلند کرنا سمجھتے ہیں۔ ابھی بھی معاشرے میں ایسے گھر موجود ہیں جن کے نزدیک صرف اور صرف دولت اور روپیا پیسا ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے سماج میں سرمادارنہ نظام اس قدر بڑھ چکا ہے کہ سماج کے ٹھیکداروں کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھاتا۔ "گرہن گاتھا" بھی ایسی ہی کہانی ہے والدین بیٹی کو گرہن لگالیتے ہیں وہ بھی ایسا جس کا اثر پوری حویلی کو تاریک کر دیتا ہے لڑکی جنسی تشدد کی زد میں آجاتی ہے۔ اور والدین اپنے گناہ بخشوانے کے لیے دُعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جس عمر میں لڑکی اپنے حُسن کے بلبوتے پر شوہر کے دل پر راج کرنے کا سوچتی ہے وہی اُس کے حُسن کو زنگ آلودہ کر دیا جاتا ہے:

"بس کریں دادی۔ وہ جو پروفیسر کا رشتہ چچا نے بھجوایا تھا۔ وہ تو زمیندار تھے اور خاندانی بھی" "لو بتاؤ۔ چار قدم دائیں پھر و اور پانچ قدم بائیں اور بس زمین ختم اور بھئی خاندانی کونسے۔(۵)

اس معاشرے میں بیٹی کی خوشیوں سے زیادہ زمینوں کو آج بھی اہمیت دی جاتی ہے۔ جس سے بیٹی کی اُمیدیں ختم ہو جاتی ہیں اُس کے ساتھ وہ خواب جو وہ شوہر کے گھر کے سوچتی ہے۔ اُس کی زندگی ایک زندہ لاش کے طور پر سامنے رہتی ہے۔ افسانہ نگار نے اس افسانے میں سماج کے انا پرستوں کی ذہنیت کو اُجاگر کیا ہے۔ جن کے مغرور پن سے گھروں کا ماحول برباد ہو جاتا ہے ۔ افسانہ نگار نے بہت عمدگی سے معاشرے کے مسائل پر قارئین کی توجہ دلوائی ہے اور سماج کے ٹھیکداروں کی حقیقت سے نقاب اُتارا ہے جن کے نزدیک دولت ہی اصلی خوشی ہے۔

کئی افسانہ نگاروں نے عورتوں کے مسائل پر قلم ضرور اُٹھایا مگر وہ مسائل ایسے ہی تھے جیسے ڈھلتا سورج، اگر یہی بات عصمت چغتائی کے حوالے سے کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنس پرستی کے موضوعات پر لکھنے والی، چاہے جن کا تعلق دورِ حاضر کی افسانہ نگاروں میں کیوں نہ ہو عصمت چغتائی کے مدِ مقابل نہیں آسکتی۔ اکیسویں صدی سے تعلق رکھنے والی افسانہ نگار فارحہ نے بھی جنسی موضوعات کا انتخاب کیا مگر بات ڈھکے چھپے الفاظ میں دباتی نظر آتی ہیں۔ اس کے برعکس عصمت کے جنس کے حوالے سے موضوعات زیادہ پختہ نظر آتے ہیں جس کی مثال میں افسانہ نگار کا افسانہ "لحاف" شامل ہے۔ افسانہ نگار نے اور بھی بہت سے افسانوں میں جنسی پہلوؤں کو موضوع تو بنایا مگر لحاف متنازعہ خیز افسانہ رہا اس افسانے کی بنیاد پر فحش نگاری کے الزامات سے بھی دوچار ہونا پڑا مگر اس کے باوجود بھی افسانہ نگار پیچھے نہیں ہٹتی اور اپنی بات پختہ انداز سے پوری کرتی نظر آتی ہیں۔ افسانہ نگار نے ایسے موضوع کو چُنا جس پر ہر کوئی بات بھی نہیں کر سکتا۔ مگر عصمت اپنی ذہانت اور چابکدستی سے بات کو پورا کرتی ہیں۔ افسانہ نگار نے اپنے افسانے " لحاف" میں ایک ایسی کہانی کو موضوع بنایا جس میں لڑکی کی شادی زیادہ عمر کے شخص سے کر دی جاتی ہے اور وہ شخص بیوی کو بیوی ہونے کے حق کے علاوہ تمام سہولیات فراہم کرتا ہے۔ افسانے میں موجود شخص اپنی جنسی ضروریات اپنے ہی ہم جنسوں سے پوری کرتا ہے۔

افسانہ نگار نے ایسے موضوع کا انتخاب کرکے مردوں کی مکاریوں کو بھی ظاہر کیا ہے۔ یہی مرد دوسرے روپ میں ماں، بہن اور بیوی کے سامنے ایک مکر و فریب کے چہرے بنائے ہوتے ہیں اور بیوی کے سامنے اصل چہرے کے ساتھ روبرو ہوتے ہیں اور اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لیے بیوی کو اُس کے حق سے محروم رکھتے ہیں۔ اس سماج کی بد قسمتی ہے کہ جو کوئی حقیقت کو اُجاگر کرے اُس پر الزامات کی بارش کر دی جاتی ہے ۔ مگر افسانہ نگار پُر سکون نظر آتی ہیں۔ کیونکہ لحاف افسانہ کئی کالے چہروں کی حقیقت کو عام کے سامنے لاتا ہے۔ عصمت لکھتی ہیں:

"یہ تو ابھی چند سال سے نوجوان طبقے نے مجھے بتایا کہ میں فحش نگار نہیں، حقیقت نگار

ہوں، لحاف کا لیبل اب بھی میری ہستی پر چپکا ہوا ہے اور جسے لوگ شہرت کہتے ہیں وہ بدنامی کی صورت میں اس افسانہ پر اتنی ملی کہ الٹی آنے لگی۔ لحاف میری چڑ بن گیا تھا۔ میں کچھ بھی لکھوں، لحاف کی تہوں میں دب جاتا تھا۔"(۶)

افسانہ نگار نے اس افسانے سے معاشرے کی کالی بھیڑوں کو بے نقاب کیا جس سے ہر طرف افراتفری مچ گئی کیوں کہ مردزات کا سلوک عورت کے ساتھ غیر مصنفانہ ہے۔ ضروری نہیں کہ وہی مرد قصوروار ہیں جو کوٹھوں پر جاتے ہیں بلکہ اس کے برعکس ہم جنس پرستی بھی ایک گناہ ہے اور وہ بھی بیوی کے ہوتے ہوئے مرد کسی اور کے ساتھ تعلق بنائے انصاف کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم جنس پرستی اس سماج کا بڑا مسئلہ بن چکی ے جس کو روبرو کرنے میں عصمت فارحہ سے زیادہ کامیاب نظر آتی ہے۔

عصمت چغتائی نے جہاں عورتوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اُن کے حق میں آواز اُٹھائی ہے وہی فارحہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کی مجبوریوں کو موضوع بناتی ہیں۔ اس زمرے میں فارحہ "ان سکرپٹڈ" افسانے میں ایک ایسی کہانی کو موضوع بناتی ہیں جس میں مالک نوکر تک کو نہیں چھوڑتے۔ ہمارا معاشرہ اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ سماج میں ہونے والا ظلم اُن کو نظر ہی نہیں آتا۔ غریب گھروں سے نکلی خواتین اپنا پیٹ پالنے کے لیے نوابوں کے محلوں میں ملازمت کرتی ہیں مگر اُن کی عزت کہیں محفوظ نہیں رہتی۔ امیر لوگ اپنے مفاد میں تمام اصول وضوابط کو بھول جاتے ہیں اور عورت کی زندگی کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ افسانہ نگار نے متوسط اور امیر طبقے کے لوگوں کی زندگیوں کا فرق دیکھایا ہے۔ افسانے میں کردار ایسے مکالمہ کرتے ہیں جیسے حقیقت کی تصویر کشی کی گئی ہو۔ افسانے میں موجود "امبو" جو کہ نوکرانی ہے اور نواب صاحب کے گھر کام کرتی ہے نواب صاحب کا امبو کو دیکھ کر دل بے تاب ہو جاتا ہے اور امبو راجپوتانی بیگم کے گھر کو اپنی لیے تحفظ گاہ سمجھتی ہے۔

اس سماج میں غریب عورت اگر اپنی عزت بچا کر ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر جاتی ہے تو اُس کی عزت وہاں بھی محفوظ نہیں ہوتی۔ جس معاشرے میں مرد گھر کی ملازمہ تک کو نہ چھوڑتے ہو اُس سماج میں عورت کی عزت کا راکھی دار کوئی نہیں ہوتا۔ افسانے میں باؤ جی کا کردار اپنی بیگم کے علاوہ کئی عورتوں کا دل دہ ہوتا ہے اور گھر کی ملازمہ پر گندی نگاہ رکھتا ہے۔ افسانہ نگار نے سماج میں ہونے والے ظلم کو جس خوب صورتی سے دیکھایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے مشکل موضوع پر آواز بلند کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس معاشرے میں قصور ہمیشہ عورت کو ہی دیا جاتا ہے اور امیر گھروں کے درندے فضاؤں میں آزاد گھوم رہے ہوتے ہیں۔ غریب گھر کی عورت کو دیکھ کر مرد پورا فائدہ لیتا ہے اور عورت کا حُسن ہمیشہ کے لیے اُس کا داغ بن جاتا ہے۔ افسانہ نگار صرف ایک گھر سے تعلق رکھنے والے ایک مرد کی کیفیت کو ہی موضوع نہیں بناتی بلکہ گھر کے اور مرد بھی جنسی استحصال کرتے ہیں اور ملازمہ کا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جاتا ہے۔

فارحہ اس سماج کے درندوں کو بے نقاب کرتی ہیں جن لوگوں کی ساری زندگی عیاشیوں میں گزرتی ہے وہ مرد غریب گھر کی عورتوں کی زندگی کا تماشا بنا دیتے ہیں۔ اُن کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتا کہ عورت کس مجبوری کے لیے گھر سے نکلی ہے۔ مرد تو جنسی تشدد کر کے اپنی ہوس پوری کرتا ہے۔ فارحہ جہاں متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کے حق میں آواز اُٹھاتی ہیں وہی امیروں پر طنز بھی کرتی ہیں۔ فارحہ نے دیہاتوں میں رہنے والے امیروں کی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ کس طرح وہ عورت کا جنسی استحصال کرتے ہیں غربت کے ہاتھوں مجبور خواتین کو کام سے نکالنے کی دھمکی دے کر عورت کی عزت کو نیلام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں ہماری بہت سی افسانہ نگار خواتین نے عورتوں پر لکھا وہی فارحہ ارشد ظلم کے خلاف آواز اُٹھاتی اور سماج کو حقیقی تصویر دیکھاتی ہیں۔

اُردو افسانوی ادب میں ہمارے افسانہ نگاروں نے جنسی موضوعات کے حوالے سے لکھا مگر عصمت چغتائی نے جس پایہ پر لکھا وہ اپنی بہترین مثال رکھتا ہے۔ فارحہ ارشد سے زیادہ جدت عصمت چغتائی کے افسانوں میں نظر آتی ہے۔ عصمت کے افسانے عورتوں پر ہونے والے جبر کے خلاف آواز ہیں۔ فارحہ ارشد نے اپنے افسانے ''آرکی ٹائیپل کڈھب کردار'' میں فریب چہروں کو موضوع بنا کر کہانی میں دلچپسی پیدا کی ہے۔ عورت کے جنسی استحصال پر تو بہت سی افسانہ نگاروں نے قلم اُٹھایا مگر فارحہ نے اُن لڑکیوں کی کہانی کو موضوع بنایا جن کو پہلے اغوا کیا جاتا ہے اور بعد میں اُن کو جنسی تشدد کا شکار بنا دیا جاتا ہے۔ افسانہ نگار کو زبان دانی پر مکمل مہارت حاصل ہے افسانہ نگار نے لڑکی کی مظلومیت کا نقشہ جس طرح کھینچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ''آرکی ٹائیپل کڈھب'' افسانہ پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ فارحہ نے عورتوں کے حق میں آواز اُٹھائی ہے۔ اس سماج میں اگر لڑکی اغواہ ہو جاتی ہے تو اُس کی تلاش کی بجائے اُس پر الزامات کی بارش کر دی جاتی ہے۔ افسانہ نگار نے دن بہ دن اغواہ کے بعد بچیوں کے ریپ پر موضوع کو چُنا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ افسانہ نگار کو موجودہ دور میں خواتین کے لیے لڑنے والی افسانہ نگار کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔

افسانہ نگار نے ایسے موضوع کا انتخاب کر کہ لوگوں کے دلوں تک رسائی حاصل کی ہے انھوں نے ایسی لڑکی کی کہانی کو موضوع بنایا جو گھر سے باہر نکلتی ہے اور اس سماج میں گھوم رہے درندوں کے ہاتھ لگ جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ درندے اُس کے جسم کو نوچتے ہیں اور لڑکی کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جاتا ہے۔ افسانہ نگار نے لڑکی کی معصومیت کو اتنی خوب صورتی سے بیان کیا ہے کہ قارئین کے آنسو نکل آتے ہیں۔ افسانے میں موجود لڑکی جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو ہر چیز کو غور سے دیکھتی ہے اُس کے چہرے سے اُس کی معصومیت نظر آتی ہے۔ بے بسی کی تصویر بنی لڑکی آج لگ رہا تھا جیسے خوب صورتی کی انتہا تک پہنچ چکی تھی اُسے کیا معلوم تھا کہ آج اُس کا ریپ کیا جائے گا۔ ہمارے معاشرے میں ایسے مرد موجود ہیں جن کی لڑکیوں کو دیکھ کر رال نکل آتی ہے اور وہ اُن کو اغواہ کر کے ریپ کرتے ہیں۔ اغوا کے بعد لڑکی کو جس طرح درندے نوچتے ہیں وہ حیوانوں کی ہوس ہوتی ہے اور معصوم لڑکیاں اپنی جان دینا پسند کرتی ہیں کیوں کہ ریپ

ہونے کے بعد لڑکی کی کوئی عزت باقی نہیں رہتی۔ ہمارا معاشرہ اغوا کے بعد لڑکیوں کے لیے زمین کو تنگ کر دیتا ہے۔ درندے لڑکی کو ایسے گھیر لیتے ہیں جیسے کسی سانپ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔ فارحہ عورت کی مظلومیت کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

> ”انہونی۔۔۔۔۔ انہونی کا احساس ۔۔۔۔ اُس نے گردن میں پڑے سیاہ ڈوری والے تعویذ کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔ بس ایک لمحے کو جھٹکا لگا تھا۔ کسی انہونی کا احساس ہونے سے پہلے وہ لمحہ شروع ہو چکا تھا۔ صرف ایک لمحہ جو بہت طویل تھا اور کئی دن اور راتیں نگل گیا تھا۔“(۷)

فارحہ نے بتایا کہ لڑکی کی زندگی ریپ کے بعد ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ اُس کو انصاف دینے والا اس سماج میں کوئی نہیں ہوتا۔ اس سے بہتر وہ خود موت کو گلے لگا لیتی ہے۔ اس معاشرے میں نہ جانے کتنی لڑکیاں درندوں کے ہاتھوں لگتی ہیں اور بے بس ہو کر اپنی زندگی کو ختم کر ڈالتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں گھر سے نکلی اور اغواہ کے بعد گھر آئی عورت کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ سماج میں ایسی لڑکیاں صرف بے بسی کی تصویر بنی ہوتی ہیں جس سے موت اُن کو کھیل لگتی ہے۔ فارحہ نے لڑکیوں کے حق میں بہترین موضوع کا انتخاب کیا جس کی وجہ سے دوسرے افسانہ نگاروں میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔

عصمت چغتائی نے جنسی موضوعات پر قلم اُٹھا کر ثابت کیا کہ دوسری افسانہ نگاروں سے آپ منفرد سوچ کی حامل ہیں۔ افسانہ نگار بتاتی ہیں کہ آج کل اس سماج میں بھیڑیے گردش کر رہے ہیں۔ جو بظاہر عزت کا لبادہ اُڑھے ہوئے ہیں اور ان کی اکثر شامیں کوٹھوں پر گزرتی ہیں۔ جہاں بہت سی افسانہ نگاروں نے جنسی موضوعات پر قلم تو اُٹھایا مگر طوائف کے حق میں کوئی نہیں بولا۔ عصمت نے طوائف کی مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے اُن کے حق میں آواز اُٹھائی ہے۔ جس میں عصمت کا افسانہ ”پیشہ“ اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ افسانہ نگار بتاتی ہیں کہ کوئی بھی پیشہ شوق سے اختیار نہیں کیا جاتا بلکہ ہر عورت مجبوری کے تحت گھر سے باہر نکلتی ہے اور پیشے کا انتخاب کرتی ہے۔ افسانہ نگار نے طوائفوں کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کو بیان کیا ہے کوئی بھی عورت اپنے لیے جسم فروشی کا دھندہ نہیں چُنتی بلکہ اُس کے لیے حالات ایسے بنا دیے جاتے ہیں کہ وہ مجبور ہو جاتی ہے۔ غریب گھر کی عورت کیسے اپنا پیٹ پالتی ہے کوئی بھی حکمران اُس کے حالت کو نہیں سمجھتا نہ اُس کی مدد کے لیے مسیحا بنتا ہے بلکہ اس کے برعکس ہر کوئی عورت کے جسم کو نوچتا ہے۔ طوائف کو اتنا مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی بے بسی کا کسی سے شکوہ نہیں کر سکتی کیوں کہ اُس کا اس سماج کے لوگوں سے کوئی لین دین نہیں ہوتا سوائے جنس پرستی کے۔

عصمت نے افسانے میں ایک ایسی کہانی کو موضوع بناتی ہیں کہ اگر کسی شریف گھر سے تعلق رکھنے والی عورت کو پتہ چل جائے کہ اُس کے ساتھ والے گھر میں کوئی بازاری عورت رہتی ہے تو وہ اُس کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی

صرف شک کی بنا پر اُس کو حقیر جاننے لگی اور یہ اس سماج کی حقیقت بھی ہے کہ اُن خواتین کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جو کوئی ایسا پیشہ اختیار کرتی ہیں جس میں مردوں کا آنا جانا لگا رہے۔ تو افسانے میں موجود عورت کیسے کسی غیر عورت پر یقین کر سکتی تھی۔ فلیٹ میں رہنے والی عورت کے گھر سے رقص و سرور کی آوازیں آتی ہیں اور راوی یہ بھی دیکھتی ہے کہ اکثر مرد آتے جاتے رہتے ہیں اس بنیاد پر راوی عورت پر طوائف ہونے کا الزام لگاتی ہے۔ افسانہ نگار بتاتی ہیں کہ یہ سماج صرف ظاہر کی آنکھ کو دیکھتا ہے عورت کی کیا بے بسی ہوتی ہے کوئی بھی اُس کو جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔

ہمارے معاشرے میں چاہے کوئی تعلیم یافتہ ہے یا ان پڑھ ہر کوئی طوائف کے نام سے ہی نفرت کرتا ہے۔ پڑھ لکھ جانے کے بعد بھی کسی نے طوائف کی مجبوری کو نہیں سمجھا بلکہ اُس کو حقارت کی نظروں سے دیکھا گیا۔ اس معاشرے میں ہر عورت اور ہر مرد یہی سمجھتا ہے کہ طوائف خود مرد کو اپنا دیوانہ بناتی ہے اور مرد ہمیشہ کے لیے اُس کا اسیر ہو جاتا ہے۔ افسانہ نگار کا یہی منفرد پہلو ان کو دوسروں سے جدا مقام دیتا ہے کہ کس طرح شریف گھروں سے تعلق رکھنے والے مردوں کی اصلیت کو سماج کے روبرو کرتی ہیں اور محض شک کی بنیاد پر عورت کو قصوروار بنا دیا جاتا ہے۔ مرد خود الزامات سے بری ہو جاتا ہے۔ افسانہ نگار نے اس افسانے میں جہاں طوائف کی بے بسی اور مجبوری کو ظاہر کیا ہے وہی اس پیشے پر طنز بھی کیا ہے کہ لوگ یہی گمان کرتے ہیں کہ مرد کو اسیر بنانے میں صرف طوائف کا ہاتھ ہوتا ہے۔ مرد خود بخود کبھی عورت کے پاس نہیں جاتا۔ اس لیے طوائف آج بھی بسے بسائے گھر اُجاڑنے میں ماہر ہوتی ہے۔ اس سماج میں گھر سے نکلی عورت کی کوئی قدر نہیں کرتا ہر کوئی اُس کو مجبور سمجھتا ہے اور عورت کی مجبوری کا فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ طوائف کے لیے لوگوں کے دلوں میں دن بہ دن نفرت پھیل رہی ہے مگر جو طوائفوں کی سیج میں جا کر سوتے ہیں اُن کو یہ دُنیا شریف زادہ سمجھتی ہے۔ طوائف کے بارے میں کہا جاتا ہے:

> ”اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا مزاج جدت پسندی ہے۔ ایک حالت میں زندگی بسر کرنے سے خواہ وہ کیسی عمدہ کیوں نہ ہو۔ طبعیت اُکتا جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح کا تغیر اس کی حالتِ زندگی میں پیدا ہو۔ شاید ان بازاری کے معاشرت کرنے میں اسے ایک قسم کی نئی لذت ملتی ہے جو کبھی اس کے خیال میں نہ تھی۔“(۸)

ہمارا معاشرہ آج بھی عورت کو سمجھنے سے قاصر ہے مرد نے ہمیشہ عورت کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کر کے اُس کو چھوڑ دیا ہے۔ طوائف اس پیشے کو بھی مرد کی زیادتی کی وجہ سے انتخاب کرتی ہے۔ گھر والوں کی سختی شوہر کی زیادتی، اکیلے پن، اور نا جانے کتنی ایسی وجوہات ہو سکتی ہیں جس کی وجہ سے اس پیشے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ بے بس عورت کو سہارا دینے کے لیے کوئی ہوتا ہی نہیں جس سے وہ بھی اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکیں تو تب جا کر اس پیشے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ طوائف اپنے لیے شادی کو نہ کرنا پسند کرتی ہے کیوں کہ شادی کے بعد ایک مرد کی جنسی خواہشات پوری کی جاتی ہے

اور اس کے ساتھ شوہر کے گھر والوں کی خدمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مگر شادی کے بغیر وہ کئی مردوں کی جنسی ضروریات پوری کر کے اُن سے پیسہ کما سکتی ہے۔ اس سماج میں جب کسی کے حق میں آواز ہی نہیں اُٹھائی جائی ہر کوئی اپنا فائدہ چاہے گا تو اس سماج میں بُرائیاں عام ہو گی اور جو حقیقی طوائف ہے اور جن عورتوں کو شک کی بنیاد پر طوائف سمجھا جاتا ہے اُن کی حقیقت عوام کے سامنے آجائے گی کہ کوئی بھی اس پیشے کا انتخاب جان بوجھ کر نہیں کرتا۔ ہمارے معاشرے میں مغربی لباس کی زیادتی حد سے بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے لوگ کئی پیشوں کا انتخاب کر لیتے ہیں مگر کوئی بھی عورت کی مجبوری کو نہیں سمجھ پایا۔ افسانہ نگار پیشہ افسانے میں طوائف کی بے بسی کو سماج کے سامنے لاتی ہیں اور جاگیر داروں کے چہروں سے نقاب کو ہٹاتی ہیں۔ عصمت نے طوائف کی حالت پر بہترین جذبات کی عکاسی کی ہے۔

فارحہ نے اس اس سماج میں خواتین کے ساتھ ہونے والے جنسی تشدد کو بیان کیا ہے کہ خواتین کو موت کے بعد اگر انصاف ملے بھی تو وہ انصاف کسی کام کا نہیں ہوتا۔ دُنیا میں عورتوں کے تحفظ پر کوئی آواز نہیں اُٹھاتا کیوں کہ اس سماج میں انصاف سب سے زیادہ مشکل ملتا ہے۔ افسانہ نگار کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ وہ ایک ہی موضوع میں سے کئی دوسرے موضوعات نکال لیتی ہیں جیسے انھوں نے ایک ایسے لڑکے کی کہانی کو سماج کے سامنے بیان کیا جو شادی کے قابل نہیں ہوتا مگر اُس کے گھر والے زبردستی اُس کی شادی کر دیتے ہیں اور وہ پہلی ہی رات موت کی نیند سو جاتا ہے کیوں کہ اُسے لگتا ہے کہ اگر اُس کی حقیقت بیوی کو پتہ چلے گی تو اُس کی عزت نہیں رہے گی اور دُلہن پھولوں کی سیج پر اپنی خوشیوں کا ماتم کرتی ہے۔ اس سماج میں لوگوں کے اندر ہمت نہیں کہ وہ اپنی کمزوریوں کو کھل کر بیان کر سکیں بلکہ اُن کے لیے عزت موت سے زیادہ اہم ہوتی ہے اور وہ موت کو گلے لگانا پسند کرتے ہیں۔ افسانہ نگار کی نظروں سے کوئی ایسا پہلو ہو گا جو بچ گیا ہو ورنہ عورتوں کے مسائل کو عوام کے سامنے جس ہمت سے پیش کرتی ہیں یہ اُنھی کا کام ہے افسانہ نگار نے ایک دوسری کہانی کو بھی بیان کیا ہے کہ ایک مجبور عورت اپنا پیٹ بھرنے کے لیے سہارے کی تلاش میں مرد سے نکاح کرتی ہے مگر مرد اُس کی بیٹی سے جنسی تعلق بناتا ہے اور دونوں مل کر عورت کو موت کی گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔

وہ بتاتی ہیں کہ یہ مسائل پہلے دن سے عورت کے ساتھ چل رہے ہیں مگر یہ سماج صرف عورت کو قصوروار سمجھتا ہے مرد کو کوئی بدنامی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا کیوں کہ یہ معاشرہ مردوں کا معاشرہ ہے۔ مرد کو آزادی حاصل ہے کہ وہ جتنی مرضی عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق بحال کر سکتا ہے۔ فارحہ نے مردوں کی بے حسی کو یوں بیان کیا ہے:

> ”مجھے یاد نہیں پڑتا تھا۔ شاید میرے دماغ پر اُس واقعے کا گہرا اثر چھایا ہوا تھا اس لیے میں عجیب سی نسائی کیفیت سے دوچار تھی۔ مجھے لگ رہا تھا میں تیتھرائے ہوئے کسی لمحے میں ساکت ہو چکی ہو۔“(۹)

عورت کی نظر میں تو مرد کا ایک مقام ہوتا ہے مگر مرد ظلم کے بعد سانپ جیسا ڈستا ہے۔ اس سماج عورتوں پر جنسی

تشدد کے بعد کوئی بھی اُن کے حق میں آواز نہیں اُٹھاتا۔ طلاق یافتہ، بیوہ، کو آج بھی حقیر جانا جاتا ہے اور سارا الزام عورت کو ہی دیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورتیں مرنے کو ترجیح دیتی ہیں کیوں کہ اُن کے حق میں کوئی بھی آواز بلند نہیں کرتا۔ افسانہ نگار نے منفرد انداز سے ایک ہی کہانی سے موضوعات کو نکال کر کو گون کے سامنے خواتین پر ہونے والے ظلم کو پیش کیا ہے جس سے عورتوں کے حق میں آواز اُٹھی ہے، ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ عورت شوہر کے بغیر بیکار تصور کی جاتی ہے اُس کے اپنے گھر والوں کی نظر میں نوکروں سے بدتر ہو جاتی ہے۔ اس پر بیوہ اپنے بچے کے مستقبل کے لیے کیسے سوچ سکتی ہے ہر ماں کا دل کرتا ہے کہ وہ اپنے بچے کی اچھی پرورش کرے تاکہ معاشرے کا بارُعب شہری بن سکے افسانہ نگار نے ایک اچھوتے موضوع پر قلم اُٹھایا ہے کہ یہ معاشرہ بیوہ کو جینے کا حق نہیں دیتا اگر بیوہ دوسری شادی کر بھی لے تو اُس پر بدنامی کا داغ لگا دیا جاتا ہے جس سے اُس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ عصمت نے بیوہ کی مظلومیت پر لکھا ہے:

> ”کانچ کی چوڑیاں اور دوپیسے مہینے کے گلابی، فروزی رنگ سے پیچھا چھوٹ گیا۔ جوان بیوہ کو بھاوئے جہاں گئی نکلنا پڑا۔“(۱۰)

افسانہ نگار بتاتی ہیں ہے بیوہ عورت اگر کبھی غلطی سے کسی ہجوم میں چلی بھی گئی تو اُس کو سماج کے طعنے ہی سُننے پڑئے اس سماج میں شعور کی کمی کے ساتھ تعلیم کی کمی بھی نظر آتی ہے اگر تعلیم عام ہو گی تو بیوہ کے ساتھ کیا جانے والا ظلم آنکھیں کھول دے گا۔ آج اتنی ترقی کر لینے کے بعد بھی عورت پر کئی طریقوں سے ظلم ہوتے ہیں جس سے آنے والی نسلیں تباہی کی جانب جائے گی۔ افسانہ نگاری نے بتایا کہ ہر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی کو جینے کا حق حاصل ہے عصمت کا اچھوتا موضوع اُن کو دوسری افسانہ نگاروں سے منفرد مقام دیتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں جو بُرائیاں عام ہو رہی ہیں ہمارے فکشن نگاروں نے اُن حقائق سے بڑی مہارت کے ساتھ پردہ اُٹھایا ہے۔ عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں وڈیروں کا نظامِ تسلط اتنی خوب صورتی سے بیان کیا ہے کہ لوگوں کو ان کی اصلیت کا آسانی سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح وہ عورت کا جنسی استحصال کرتے ہیں اور خواتین کے منہ بند کروا دیئے جاتے ہیں۔ اس سماج میں وڈیروں کے خلاف کوئی قانون نہیں بنتا بلکہ وہ اپنا قانون خود بناتے ہیں۔ فارحہ ارشد نے اپنے افسانے ”توبہ سے زرا پہلے“ میں دیہاتوں کے فرعونوں کی کہانی کو موضوع بنایا ہے اور مظلوم عورتوں کی بے بسی کا رونا بیان کیا ہے کہ کس طرح آج بھی مدد کی آڑ میں وڈیرے خواتین کو نکاح میں لیتے ہیں اور پھر اُن کا جسمانی استحصال کر کے اُن سے بیوی ہونے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے اور موت تک اپنی کرتوتوں کا راز فاش نہیں ہونے دیتے۔ کیوں کہ وڈیروں کا نظامِ حکومت آسانی سے قتل کروا سکتا ہے۔

آج ہمارے سماج میں کم عمر بچیوں کو اغوا کرنے کے بعد ریپ کیا جاتا اور اُن کے ساتھ جسمانی تعلق بنائے جاتے ہیں سماج کے اندر بھری ہوئی گندگی کو عصمت، اور فارحہ نے بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔ عصمت چغتائی بچیوں کی

معصومیت پر اپنے افسانے "جوانی" میں لڑکی کے ساتھ ہونے والے جنسی استحصال کو موضوع بناتی ہیں کہ والدین کو بچیوں کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا پتہ ہونا چاہیے ورنہ بچیوں کو جنسی درندگی کا شکار بنالیا جاتا ہے۔ فارحہ ارشد نے بھی جنسی استحصال کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے جس میں گرہن گاتھا ایک منفرد افسانہ ہے آج بھی اس معاشرے میں ایسے گھر موجود ہیں جو اپنی بیٹیوں کی بروقت شادی نہیں کرتے اور وہ جنسی تشدد کا شکار ہو جاتی ہیں۔

فارحہ ارشد نے کم عمر لڑکیوں کی مجبوریوں کو اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے کہ غریب گھروں سے تعلق رکھنے والی خواتین روزی روٹی کی خاطر جسمانی استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔ حکومتی ادارے ان سب میں خاموش نظر آتے ہیں اور سماج کے وڈیروں نے جو قانون بنا رکھے ہیں اُن میں آزادی کا حق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان درندوں سے بچنے کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔ عصمت چغتائی انسانیت کے لیے ہمدردی کا دل رکھنے والی افسانہ نگار ہیں انہوں نے اپنے افسانوں میں غریبوں کے ساتھ ہمدردی کو موضوع بنایا ہے اور غریبوں پر ہونے والے جبر کو بیان کیا ہے۔ غریب کے پاس موت کے سوا کوئی رستہ نہیں بچتا۔ فارحہ کے افسانوں میں اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کہانیوں کو بھی موضوع بنایا ہے کہ کس طرح امیر لوگ گھروں میں کام کرنے والی ملازمہ کے ساتھ سلوک روا رکھتے ہیں اور اُن کی غربت کی وجہ سے اُن کو جنسی تشدد کا شکار کیا جاتا ہے۔ فارحہ کے افسانوں میں لڑکیوں کے جینے کی اُمید نظر آتی ہے انہوں نے خواتین کے لیے جینے کا رستہ دیکھایا۔ دونوں افسانہ نگاروں نے عورتوں کی نفسیات، جنس پرستی اور معاشرتی رویوں پر تحریر کیا اور دونوں کے ہاں چیزیں مشترک نظر آتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اشرف، ڈاکٹر، اُردو فکشن کے ارتقا میں عصمت کا حصہ، لاہور: نصرت پبلشرز، ۱۹۹۷ء، ص:۱۴۰

۲۔ فارحہ ارشد، افسانے مونتاژ، لاہور: حاجی منیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۲ء، ص:۱۲

۳۔ عصمت چغتائی، چھوئی موئی، ممبئی: کتب پبلیشرز لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء، ص: ۲۲۶

۴۔ فارحہ ارشد، افسانے مونتاژ، لاہور: حاجی منیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۲ء، ص: ۸۸

۵۔ فارحہ ارشد، افسانے مونتاژ، لاہور: حاجی منیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۲ء، ص: ۱۱۶

۶۔ عصمت چغتائی، کاغذی ہے پیرہن، لاہور: روہتاس بکس، ۱۹۹۲ء، ص: ۵۹

۷۔ فارحہ ارشد، افسانے مونتاژ، لاہور: حاجی منیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۲ء، ص: ۱۳۸

۸۔ مبارک علی ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، لاہور: فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، ۲۰۲۰ء، ص:۷۶

۹۔ فارحہ ارشد، افسانے مونتاژ، لاہور: حاجی منیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۲۰ء، ص:۱۳۱

۱۰۔ عصمت چغتائی، کلیاں، دہلی: انجمن ترقی (ہند)، ۱۹۴۳ء، ص: ۲۶۲